۶۲واں باب

اِنَّ رَبَّکَ لَھُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ

سُوْرَۃُ الشُّعَرَآء [سات انبیاء کی دعوت سے یاد دہانی]

۱۶۷ اے محمدؐ، مخاطبین کے انکار کے غم میں جان نہ گنواؤ!

۱۶۷ موسیٰ علیہ السلام کی فرعون اور آلِ فرعون کے سامنے دعوتِ توحید

۱۶۹ ایوانِ اقتدار میں موسیٰؑ کا فرعون سے مکالمہ

۱۷۰ حکومتِ وقت موسیٰؑ سے نبٹنے کی تیاری کرتی ہے

۱۷۱ فرعون کے ساتھی جادوگر ایمان لے آتے ہیں

۱۷۲ موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر مصر سے نکلتے ہیں

۱۷۲ فرعون کی فوجیں بنی اسرائیل کے تعاقب میں

۱۷۳ ابراہیم علیہ السلام کی سرگزشت

۱۸۶ خدا بن کر مسلط ہو جانے والوں کا آخرت میں انجام

۱۷۵ نوح علیہ السلام کی دعوت

۱۷۶ اہلِ اقتدار اور اشرافیہ کا نوح علیہ السلام کو جواب

۱۷۷ نوح علیہ السلام کی منکرین کے لیے بددعا اور اُس کی قبولیت

۱۷۷ ہود علیہ السلام کی دعوت

۱۷۷ بے جا تعمیرات پر تنبیہ

۱۷۸ اشرافیہ کا ہود علیہ السلام کو جواب

۱۷۸	صالح علیہ السلام کی دعوت
۱۷۸	صالح علیہ السلام کی قوم نے بھی اپنے نبی کو جھٹلایا
۱۷۹	قومِ صالح علیہ السلام کے لیے اللہ کی نشانی، ایک اونٹنی !
۱۷۹	لوط علیہ السلام کی دعوت اور قوم کا انجام
۱۸۱	اصحابُ الایکہ کی جانب شعیب علیہ السلام
۱۸۲	اختتامیہ
۱۸۲	یہ قرآن عربی میں کیوں ؟
۱۸۳	کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ قرآن جن اور شیاطین القا کر دیتے ہیں ؟
۱۸۳	کیا اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک شاعر کی پیروی کر رہے ہیں ؟
۱۸۴	شاعری میں مست اور با مقصد زندگی گزارنے والے

۶۲واں باب

ہر معرکہ حق و باطل کے اختتام پر تاریخ کے ایوانوں میں گونجنے والا ایک نعرہ

اِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ

قارئین جانتے ہیں کہ نبوت کے اس چھٹے سال کے تقریباً اختتام تک کفار مکہ نبی ﷺ کی دعوتِ توحید اور دعوتِ دینِ اسلام کا مقابلہ استہزا، اعتراضات، لایعنی مطالبات اور انکار سے کر رہے تھے۔ اُن کی جانب سے جو باتیں بنائی جاتیں یا اعتراضات کیے جاتے تھے۔ اُن میں سے چند یہ ہیں:

- ہمیں کوئی نشانی تو دکھائی ہی نہیں
- تم تو شاعر اور کاہن ہو
- جادوگر ہو
- یہ قرآن، عربی میں کیوں ہے
- تمھارے پیروکار تو معاشرے کے نچلے طبقات کے لوگ ہیں
- ہم تو باپ دادا کے دین پر ہیں
- اگر تم دعوت سے باز نہ آئے تو ہم تمھیں قتل کر دیں گے
- یہ بت ہماری سنتے ہیں، مدد کرتے ہیں ہم انھیں کیوں چھوڑ دیں
- چھوڑو اس دعوت کو تمھیں کیا چاہیے، جو بھی مانگو دیے دیتے ہیں۔

اتمامِ حجت کے اس دور میں تفصیل سے اِن کے تمام اعتراضات کا جواب دیا گیا ہے۔ سورتوں کا ایک سلسلہ ہے جو آنے والے دنوں میں نازل ہوتا رہے گا۔ اس سلسلے کی اہم تنزیل سُوْرَةُ الشُّعَرَآء ہے جو اب جبریل امین لے کر آئے ہیں۔ اس سورہ کے ذرا غور سے مطالعے سے یہ بات معلوم کی جا سکتی ہے کہ نبی کریم ﷺ کی دعوت کے جواب میں قریش بالکل وہی باتیں کہہ رہے تھے جو اس سے قبل عذاب کا شکار قومیں کہہ چکی تھیں، وہی اعتراضات تھے، وہی شبہات تھے اور نادانی تھی۔ وہی اللہ کی رحمت تھی کہ مہلت مل رہی تھی اور وہی اُس زبردست مالک الملک کا قہر ہے جو پہلوں پر برس چکا تھا اور اب قریش پر تلا کھڑا ہے، کیا وہ ایمان لائیں گے؟

۷۴: سُوْرَۃُ الشُّعَرَآء [۲۶ - ۱۹: وَقَالَ الَّذِيْنَ]

اس سورہ میں سات (۷) انبیاء؛ موسیٰ، ابراہیم، نوح، ہود، صالح، لوط اور شعیب علیہم السلام کے تذکرے ہیں۔ ہر جگہ انبیاء کی ایک ہی دعوت ہے کہ شرک سے باز آجاؤ اور بداعمالیوں اور گناہوں سے بچو، ہر قوم نے اپنے نبی کو جھٹلایا ہے اور نبیوں نے شبانہ روز محنت سے اُن سے بغیر کسی اجر کی تمنا اور لالچ کے صرف اور صرف اللہ کی خوش نودی کے لیے دعوت دی، یہ دعوت رحیم و کریم، اللہ رب العزت کی رحمت تھی جس کی قدر نہ کی گئی تو عزیز و حکیم، خالق و مالک کی جانب سے نافرمانوں اور منکرین کو نیست و نابود کر دیا گیا اور تاریخ کے ایوانوں میں ایک ہی نعرہ گونجتا ہے: وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ۔

اس سورہ میں انبیاء کے بیان کیے گئے اِن واقعات میں ایک بڑی اہم بات کی طرف اشارہ ہے جو دورِ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم میں اُس وقت کے منکرین و مخالفین کے سامنے پیش کیا گیا تھا اور اگر کوئی گروہ صحیح معنوں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق اسلام کی دعوت دینا چاہتا ہو اور اس کی صلاحیت رکھتا ہو تو اُسے آج بھی اس سورہ کے ذریعے ہر طرح کے دین اسلام سے دور لوگوں کے سامنے پیش کیا جانا چاہیے؛ وہ اہم بات یہ ہے کہ دین حق کے منکرین کی ذہنیت تاریخ کے ہر دور میں ایک سی رہی ہے۔ ان کے دلائل ایک جیسے اور اُن کی منطق ہمیشہ ایک ہی طرح کی تھی۔ نبیوں پر ان کے اعتراضات یکساں تھے اور مطالبات بھی۔ ایمان قبول نہ کرنے کے لیے ان کے حجابات اور عذرات ہر دور میں ایک ہی جیسے تھے اور آخر کار ان سب کا انجام بھی یکساں ہی رہا۔ اس اہم بات کا دوسرا جز جو قریش کے سامنے رکھا گیا وہ یہ تھا کہ ہر زمانے میں انبیاء کی تعلیم ایک ہی تھی جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم اُن کے سامنے پیش کر رہے ہیں۔ ساری کٹ حجتیوں اور اعتراضات کا جواب جو کل تھا وہی آج ہے اور مزید یہ کہ رسولوں اور انبیاء کا اور اُن کے ماننے والوں کی سیرت و اخلاق کا رنگ جو پہلے تھا وہی آج بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کا ہے۔ قرآن مجید میں اس ساری گفتگو کا ایک اطلاقی پہلو یہ بھی ہے کہ جب بھی احیائے دین کے لیے کوئی تحریک اُٹھے گی تو لوگوں کے سامنے قرآن و سنت رکھنے کے ساتھ داعیوں کو، اسلام کا علم اُٹھانے والوں کو سیرت و اخلاق کے وہ نمونے پیش کرنے ہوں گے جو انبیاء اور اُن کے اصحاب نے پیش کیے تھے۔ اس سورۃ میں ایک بات جو انبیاء کی جانب سے تکرار کے ساتھ کہی گئی ہے اور اس سورۃ کا امتیازی نشان بنتی ہے وہ یہ ہے کہ ایک کے بعد ایک نبی اپنی بات کا اختتام اس بات پر کرتا ہے کہ میں اس فریضہ تبلیغ و رسالت کی انجام دہی پر تم سے کسی اجرت یا معاوضے کا طالب نہیں ہوں، میرے اس کام کا صلہ تو اللہ رب العالمین کے ذمہ ہے۔

اے محمدؐ، مخاطبین کے انکار کے غم میں جان نہ گنواؤ!

اللہ رب العالمین اپنے کلام کا آغاز اس طرح فرماتے ہیں کہ اے نبیؐ تم اس غم میں اپنی جان کیوں گھلاتے ہو کہ یہ تمھاری بستی والے ایمان کیوں نہیں لاتے، اِن کے دعوت کو تسلیم نہ کرنے کی وجہ یہ نہیں ہے کہ انھوں نے کوئی معجزہ نہیں دیکھا، بلکہ وجہ یہ ہے کہ یہ ہٹ دھرم ہیں، آفاق و انفس میں نشانیاں ہی نشانیاں ہیں صرف زمین میں یہ نوع بہ نوع پودے ہی دیکھ لیں تو ایمان کے لیے یہی نشانی اللہ کی وحدانیت اور خلاقیت پر گواہی کے لیے کافی ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ یہ اللہ کی رحمت ہے کہ اِن کو اللہ کا رسول سمجھا رہا ہے وہ عزیز و حکیم ہے افہام و تفہیم سے سمجھ نہ آئے تو نشانی اپنے وقت پر جب دکھا دی جاتی ہے تو پھر انکار کی مہلت نہیں ملتی اور اگر لوگ انکار پر قایم رہیں تو ہلاک و برباد کر دیے جاتے ہیں۔ وَ اِنَّ رَبَّکَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ یہ ہدایت و حکمت کی باتیں جو بیان ہونے جارہی ہیں، واضح کتاب طٰسٓمّٓ کی آیات ہیں۔اے محمدؐ، شاید اس فکر و غم میں تم اپنی جان گنوادو گے کہ یہ اہلِ مکہ ایمان نہیں لاتے۔ ہم چاہیں تو اِن پر آسمان سے ایسی نشانی اُتار دیں کہ جھٹلانے والوں کی گردنیں اس کے آگے جُھکی ہی رہ جائیں۔اِن لوگوں کے پاس رحمٰن کی جانب سے جو بھی تازہ نصیحت آتی ہے، یہ اُس سے دور بھاگتے ہیں۔ اب جب کہ یہ ببانگ دہل کھل کر تمھاری تردید کر چکے ہیں، تو بس جلد ہی اِن کو توحید اور آخرت کی حقیقت تنبیہات کے ذریعے معلوم ہو جائے گی، جسے یہ ہنسی کھیل میں اُڑاتے رہے ہیں۔...[مفہوم آیات ۱تا۶]

اللہ تعالیٰ غور و فکر کی ترغیب دیتے ہوئے فرماتے ہیں: کیا انھوں نے زمین کو غور سے نہیں دیکھا کہ ہم نے کتنے اَن گنت طرح طرح کے مفید پیڑ پودے اس میں پیدا کیے ہیں؟ یقیناً خالق کی معرفت کے لیے یہ ایک دلیل ہے، مگر ان کی اکثریت تسلیم کرنے والی نہیں ہے۔اور حقیقت یہ ہے کہ تیرا رب غالب بھی ہے اور رحیم بھی۔ وَاِنَّ رَبَّکَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ۔.......................................[مفہوم آیات ۷تا۹]

۱: موسیٰ علیہ السلام کی فرعون اور آلِ فرعون[۱۲۷] کے سامنے دعوتِ توحید

۱۲۷ آلِ فرعون سے مراد ہرگز فرعون کی اولاد نہیں ہے، کیوں کہ فرعون تو لاولد تھا، آل سے مراد اُس کو ماننے والے ہیں جس طرح درودِ ابراہیمی میں آلِ محمدؐ سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبی اولاد مراد نہیں ہوتی بلکہ آپؐ کے تمام

قریش کو سرگزشتِ موسیٰ علیہ السلام سُنائی جارہی ہے، اس داستان کے ایک ایک جز میں مخاطبینِ اوّل یعنی قریش کے لیے سبق ہے کہ قریش کس طرح ہو بہو فرعونیوں کے مماثل ہیں اور کس طرح رسول اللہ، محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سابق اولوالعزم پیغمبر کی مانند بے جگری اور بے خوفی سے دعوت کا عَلَم اُٹھائے ہوئے ہیں۔ ساتھ ہی یہ خطاب رہتی دنیا تک تمام علم بردارانِ اسلام کے لیے بھی اقتدارِ وقت کے سامنے دعوت پیش کرنے کی ایک تعلیم ہے، اس کے علاوہ دورِ نبوت میں مکہ کے قرب وجوار میں یہود و نصاریٰ کے عالموں کے لیے جو نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی مخالفت پر قریش کی پیٹھ ٹھونک رہے تھے، آپؐ کی صداقت کی ایک نشانی ہے کہ وہ جان جائیں کہ یہ اللہ کا سچا نبی ہے جو تفصیل سے وہ سارے واقعات بیان کررہاہے، جن کو مکے کے لوگ نہیں جانتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں موسیٰ علیہ السلام کی جابہ جا تعریف و تحسین فرمائی ہے اور اُن کے واقعات کا بار بار جتنا اعادہ کیا ہے اُتنی مرتبہ اور اِس تفصیل سے کسی اور واقعے کا تذکرہ نہیں کیا ہے۔ اس بار بار اعادے اور تفصیل کی وجہ یہ ہے کہ یہ مبارک داستان عظیم حکمتوں کی حامل ہے اور اس میں بڑی عبرت ہے۔ اس قصے میں اہلِ کفر کے ساتھ موسیٰ علیہ السلام کے مثالی طرزِ عمل کی تفصیل ہے، اس کے علاوہ موسیٰ علیہ السلام قرآن مجید کے بعد سب سے عظیم کتاب توریت کے حامل تھے۔

کارِ نبوت پر سرفرازی

اے محمدؐ! انھیں اُس وقت کا قصہ سُناؤ، جب تیرے رب نے موسیٰؑ کو پکارا کہ ظالم قوم ــــ قومِ فرعون ــــ کے پاس جاؤ، کیا وہ اپنے ظالمانہ رویے پر اللہ سے نہیں ڈرتے؟'' موسیٰؑ نے ذمے داری اور کام کی مشکلات کو محسوس کرتے ہوئے کہا، اے میرے رب! مجھے ڈر ہے کہ وہ مجھ کو جھٹلادیں گے۔ اس کام کے ارادے سے میرا سینہ تنگ ہوتا ہے اور میری زبان میں زورِ بیاں نہیں ہے۔ آپ یہ پیغام اور ذمہ داری ہارونؑ پر ڈالیں [۱۲۸]۔ اور مجھ پر اُن کے ہاں ایک قبطی کے قتلِ خطا کی ذمہ داری بھی ہے، اس لیے مجھے اندیشہ ہے کہ وہ مجھے قتل کردیں گے۔ فرمایا، ہرگز نہیں! چلو، ہماری نشانیاں لے کر تم دونوں ہی جاؤ، ہم تمھارے ساتھ ہیں نگرانی کریں گے اور سب کچھ سُنتے رہیں گے۔ تم دونوں

ماننے والے یعنی امتِ محمدیہ مراد ہوتی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام اہلِ ایمان کے بمنزلہ روحانی باپ ہیں جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیویاں اُمّہات المومنین ہیں۔

۱۲۸ موسی □ کو یہ احساس تھا کہ وہ اتنی جرأت و بے باکی اور روانی کے ساتھ تقریر کی صلاحیت نہیں رکھتے، جتنی اس کام کے لیے یہ دونوں صلاحیتیں درکار ہیں۔

فرعون کے پاس جاؤ اور کہو کہ ہم رب العالمین کے رسول ہیں، اُس نے ہمیں اس لیے بھیجا ہے کہ تُو بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ جانے دے۔.................................[مفہوم آیات ۱۰ تا ۱۷]

ایوانِ اقتدار میں موسیٰؑ کا فرعون سے مکالمہ

موسیٰ اور ہارون علیہما السلام فرعون کے پاس آئے اور وہ سب کچھ کہہ دیا جس کا اللہ نے حکم دیا تھا، مگر فرعون اور اُس کے درباری ایمان نہ لائے بلکہ دعوتِ توحید کو اپنے اقتدار کے لیے خطرہ محسوس کر کے مخالفت شروع کر دی۔ فرعون تو پہلے ہی سے بنی اسرائیل کی قوم سے خوف زدہ تھا کہ وہ قبطیوں سے اپنے اقتدار کو واپس چھیننے کی کوشش کریں گے، اسی لیے اُس نے اُن کے بیٹوں کو قتل کرنا شروع کر دیا تھا، مگر اللہ کے منصوبے کے آگے کچھ نہ چلی اور بنی اسرائیل کا عظیم سپوت اُس ہی کے گھر میں پل کر جوان ہوا۔ فرعون نے موسیٰؑ کو یاد دلایا کہ تم تو ہماری مملکت میں ہماری قبطی قوم کے ایک فرد کے قتل کے مجرم ہو، موسیٰ علیہ السلام نے بغیر خوف کھائے [کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت کے وعدے میں تھے] اُسے بتایا کہ میں غلطی پر تھا اور میں نے اللہ سے معافی طلب کر لی ہے اور اُس نے مجھے معاف کر دیا ہے۔

فرعون نے کہا کہ اے موسیٰؑ! کیا تو ہمارے گھر میں بچپن سے نہیں پلا بڑھا؟ تُو نے اپنی نوجوانی تک عمر کے کئی سال ہمارے گھر میں بسر کیے، اور اس کے بعد جو حرکت کی سو کی، تُو تو بڑا ہی ناشکرا ہے۔ موسیٰؑ نے جواب دیا: ہاں، اُس وقت وہ کام میں نے کیا، میں غلطی پر تھا۔ پھر میں تمھارے انتقام کے خوف سے مدین کی جانب بھاگ گیا۔ اس کے بعد میرے رب نے مجھ کو علم و حکمت اور اپنی جانب سے کلام کرنے کا اختیار [حکم] عطا کیا اور مجھے رسُولوں میں سے مقرر فرما دیا۔ رہا تیرا احسان جو تُو مجھ پر جتاتا ہے تو سُن کہ اگر تُو بنی اسرائیل کو غلام بنا کر اُن پر ظلم نہ ڈھا رہا ہوتا تو احسان کی نوبت نہ آتی۔.................................[مفہوم آیات ۱۸ تا ۲۲]

فرعون کو اُس کے احسان کی حقیقت بتا دی گئی، وہ خفیف بھی ہوا ہوگا اور موسیٰ علیہ السلام کی جرأت و ہمت پر حیران بھی، مزید چھوٹی باتوں کو لاحاصل جان کر دونوں نبیوں کی پیش کردہ دعوت کے اصل موضوع کی طرف پلٹا:

فرعون نے پوچھا: اور یہ رب العالمین کیا چیز ہے؟ موسیٰؑ نے جواب دیا: آسمانوں اور زمین کا پروردگار، اور اُن سب چیزوں کا پروردگار جو اِن کے درمیان ہیں، اگر تم یقین کرو۔ فرعون نے ازراہِ تکبر اپنے اطراف میں موجود

لوگوں سے کہا: سُنتے نہیں ہو129؟ موسیٰؑ نے کہا: تمھارا بھی رب اور تمھارے گزرے ہوئے آباو اجداد کا بھی رب، خواہ تم تعجب کرو؛ فرعون کا عناد اُبھر آیا اور درباریوں سے مخاطب ہو کر بولا: تمھارے یہ رسُول جو تمھاری طرف بھیجے گئے ہیں، بالکل ہی پاگل معلوم ہوتے ہیں۔...................... [مفہوم آیات ۲۲ تا ۲۷]

فرعون کی جانب سے رب العالمین کے مسلسل انکار اور احمقانہ باتوں کو نظر انداز کرتے ہوئے موسی علیہ السلام نے کہا کہ میرا رب تو مشرق اور مغرب اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے سب کا رب ہے، موسی علیہ السلام کی اس بات نے فرعون کو لاجواب کر دیا تو اُس نے موسی علیہ السلام کو قید کرنے کی دھمکی دی۔ مزید اُس کو قایل کرنے کے لیے جب موسی علیہ السلام نے اللہ کی طرف سے عطا کردہ معجزے دکھائے تو بجائے اس کے کہ ایمان لاتا موسی علیہ السلام کو جادوگر قرار دے دیا

موسیٰؑ نے کہا کہ وہ تو مشرق اور مغرب اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے سب کا رب ہے، ذرا سوچیں اور سمجھیں! اگر آپ لوگ کچھ بھی عقل رکھتے ہوں! فرعون بولا: اے موسیٰؑ! اگر تُو نے میرے سوا کسی اور کو حاکم و معبُود مانا تو میں تجھے بھی قید کر لوں گا۔ موسیٰؑ نے کہا: اگرچہ میں تیرے لیے ایک واضح نشانی لے کر آیا ہوں؛ فرعون نے کہا: اچھا تو دکھاؤ اگر تم سچے ہو۔ فوراً ہی موسیٰؑ نے اپنا عصا زمین پر ڈالا اور وہ ایک دم ہی صاف اژدھا بن گیا؛ پھر اُس نے اپنا ہاتھ بغل سے کھینچا تو اُسی دم وہ سب دیکھنے والوں کے سامنے چمکدار سفید ہو رہا تھا۔ [مفہوم آیات ۲۸ تا ۳۳]

حکومتِ وقت موسیٰؑ سے نبٹنے کی تیاری کرتی ہے

فرعون دربار میں حاضر درباریوں اور وزیروں سے بولا: یہ شخص یقیناً ایک فن میں کامل جادُوگر ہے، اور یہ چاہتا ہے کہ اپنے جادُو کے زور سے تمھیں تمھاری سرزمین سے بے دخل کر دے، تو اب تم لوگ بتاؤ کہ اس سے نبٹنے کے لیے تمھارا کیا مشورہ ہے؟ انھوں نے کہا کہ اس کے اور اس کے بھائی کے معاملے میں کچھ توقف فرمایئے، اور شہروں میں کارندے بھیجیے کہ ہر بڑے فن کار جادُوگر، ساحر کو آپ کے پاس لے آئیں۔..... [مفہوم آیات ۳۴ تا ۳۷]

فرعون نے اپنے مشیروں کی رائے پر عمل کیا اور مملکت کے سارے بڑے جادوگروں کو اکٹھا کیا تاکہ وہ موسیٰؑ سے بہتر مظاہرہ کریں، یوں موسیٰؑ کے رب العالمین کے رسول ہونے کے دعوے کو رد کیا جا سکے۔ جب مقررہ روز موسیٰ علیہ السلام، جادوگر، فرعون اور اہلِ مصر جمع ہو گئے، جادوگروں نے فرعون سے وعدہ لیا کہ اگر وہ فرعون

۱۲۹ گویا وہ کہہ رہا تھا کہ سنو ذرا کیا ہی احمقانہ اور مزے کی ناقابلِ یقین باتیں یہ کر رہا ہے۔

پر غالب آ گئے تو اُنھیں انعام ملے گا۔

چناں چہ ایک طے شدہ دن، مقررہ وقت پر ساحر اکٹھے کر لیے گئے اور عام منادی کی گئی کہ سب لوگ مظاہرے میں آئیں، شاید کہ ہم اپنے دین پر_ ساحروں کے دین_ پر قایم رہ سکیں اگر جادو گر جیت کر دکھا سکیں۔ جب ساحر جمع ہو گئے تو انھوں نے فرعون سے وعدہ لیا: ہمیں انعام تو ملے گا اگر ہم جیت گئے! اُس نے کہا: ہاں! جیتنے پر، انعام کے سوا تم مقرّبین میں بھی شامل ہو جاؤ گے۔ موسیٰؑ نے جادو گروں سے کہا: جو تمھارے جی میں آئے اُسے پھینکو! ....
....[مفہوم آیات ۳۸ تا ۴۳]

جادو گروں نے اپنی لاٹھیاں اور رسیاں پھینکیں جو مجمع کی نگاہوں کے سامنے سانپ بن کر رینگنے لگیں، جنھیں موسیٰؑ کے معجزے کا سانپ نگلتا چلا گیا۔

انھوں نے نعرہ بلند کیا: 'فرعون کے اقبال کی قسم ہم ہی غالب ہوں گے!' اور اپنی رسّیاں اور لاٹھیاں میدان میں پھینکیں۔ [جو زمین پر گرتے ہی سانپوں کی مانند رینگنے اور دوڑنے لگیں] اب جو موسیٰؑ نے اپنا عصا پھینکا تو یکا یک وہ ان کے جھوٹے کرشموں کو نگلتا چلا گیا! .... [مفہوم آیت ۴۵]

فرعون کے ساتھی جادو گر ایمان لے آتے ہیں

جب جادو گروں نے یہ عظیم معجزہ دیکھا تو اُنھیں یقین ہو گیا کہ یہ جادو نہیں ہے، اُن سے زیادہ جادو کی بے حقیقتی کو کون جانتا تھا! وہ جان گئے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی نشانی ہے، جس کا موسیٰ علیہ السلام دعویٰ کر رہے ہیں۔ مظاہرے میں موسیٰ علیہ السلام کے غالب آ جانے پر جادو گر اُن پر ایمان لے آئے، جس نے فرعون کی سرکشی کو اور بڑھا دیا، اُس نے اپنی ضلالت کو نہ چھوڑا اور اپنی گم راہی اور عناد میں بڑھتا ہی چلا گیا۔ فرعون نے جادو گروں کو پھانسی دینے کی دھمکی دی تو ایمان کی حلاوت پا جانے والے جادو گروں نے ایمان پر مر جانے کو اِس بات سے بہتر سمجھا کہ وہ فرعون کے خوف سے ایمان کو ترک کر دیں۔

اس وہم و گمان سے بعید منظر کو دیکھتے ہی سارے ساحر فوراً سجدے میں گر پڑے اور بہ یک زباں پکارے: مان گئے ہم رب العالمین کو؛ موسیٰؑ اور ہارونؑ کے رب کو! فرعون نے کہا: اس سے پہلے کہ میں تمھیں اجازت دیتا، تم نے اس کو مان لیا؛ ضرور یہ تمھارا اُستاد ہے جس نے تمھیں جادُو سکھایا ہے۔ اچھا، میں تمھارے ہاتھ پیر مخالف

سمتوں [130] سے کٹواتا ہوں اور تم سب کو سُولی [131] چڑھادوں گا، جلد ہی تمھیں معلوم ہو جائے گا [کہ رب کون ہے ؟]؛ انھوں نے بے خوفی سے کہا کوئی ڈر نہیں، ہم اپنے رب ہی کی طرف لوٹیں گے۔ اور ہمیں امید ہے کہ ہمارا رب ہماری غلطیاں معاف کر دے گا کہ ہم ایمان لانے میں سبقت کر رہے ہیں۔........... [مفہوم آیات ۴۶تا۵۱]

موسیٰؑ بنی اسرائیل کو لے کر مصر سے نکلتے ہیں

وہ وقت آپہنچا کہ جب اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو فراعین کی قید سے آزادی دینے اور ملک میں اقتدار عطا کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو بنی اسرائیل کو لے کر نکل جانے کا حکم دے دیا۔ قریش کے لیے اس میں سبق ہے کہ ابھی بات مان جاؤ، ایسا نہ ہو کہ محمد ﷺ اور اُن کے ساتھی ایک دن یہاں سے چلے جائیں اور پھر غالب ہو کر پلٹیں، تم مغلوب ہو جاؤ، ایک پیشین گوئی کچھ دن قبل سورہ روم میں نازل ہو چکی تھی اس پسِ منظر میں ذرا سوچیں کہ جب نبی ﷺ نے یہ آیات اُن کو سُنائی ہوں گی تو چاہے منہ سے اظہار نہ کیا ہو اُن کے سینوں پر کیسے کیسے سانپ لوٹتے ہوں گے۔

ہم نے موسیٰؑ کو وحی کی، میرے بندوں [بنی اسرائیلیوں] کو رات کے پہلے حصے میں لے کر حدودِ سلطنت سے دور نکل جاؤ، فرعون اور اُس کا لشکر اتمھارا پیچھا کریں گے۔ اِس مہم اور سرگرمی پر فرعون نے فوجیں جمع کرنے کے لیے شہروں میں ہرکارے بھیجے اور اپنی قوم کا حوصلہ بڑھانے کے لیے کہلوایا کہ یہ بنی اسرائیلی کچھ مُٹھی بھر لوگ ہیں، اور ہمیں غصہ دلا رہے ہیں، اور ہم ایک مستعد اور محتاط قوم ہیں۔ یوں ہم نے آلِ فرعون کو اُن کے باغوں اور چشموں سے، خزانوں اور ایک باعزت مملکت سے کھینچ نکالا؛ اور بنی اسرائیل کو ہم نے ان چیزوں کا وارث بنایا۔...........

....[مفہوم آیات ۵۲تا۵۹]

فرعون کی فوجیں بنی اسرائیل کے تعاقب میں

طلوع آفتاب کے ساتھ ہی فرعونی اُن کے پیچھے اُنھیں پکڑنے دوڑ پڑے۔ جب دونوں گروہ [فرعونی اور بنی اسرائیلی] قریب ہوئے تو موسیٰؑ کے ساتھیوں نے خوف و غم سے کہا: ہم تو پکڑے گئے۔ موسیٰؑ نے کہا: ہرگز نہیں، ایسا نہیں ہوگا۔ میرا رب میرے ساتھ ہے۔ وہ ضرور میری ہدایت ورہ نمائی فرمائے گا۔ اِنَّ مَعِيَ رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ

---

۱۳۰ دایاں ہاتھ اور بایاں پاؤں۔

۱۳۱ ذِلّت کا نشان بناتے ہوئے درختوں پر میخوں سے ٹھکوانا تاکہ چیل کوّے لاش کو نوچتے رہیں۔

....[مفہوم آیات ۶۰تا۶۲]

ہم نے موسیٰؑ کو وحی کی: اپنا عصا سمندر پر مارو؛ پس وہ سمندر یکایک پھٹ گیا اور اس کا ہر حصہ ایک عظیم تودے کی مانند تھا، جن کے درمیان موسیٰؑ اور اُن کے متبعین کے گزرنے کے لیے راستہ تھا۔ اُن کے تعاقب میں آنے والے دُوسرے گروہ کو بھی ہم اُسی جگہ قریب لے آئے۔ موسیٰؑ اور جو اس کے ساتھ تھے، اس بین البحری راہ سے گزر گئے، یوں ہم نے اُنھیں بچالیا، اور دُوسروں کو دونوں سمندری تودوں کو ملا دینے سے غرق کر دیا، فرعون کی قوم میں سے کوئی شخص ڈوبنے سے نہ بچا۔ بلاشبہ اس واقعے میں اللہ کی حکمت، قدرت اور کبریائی کی نشانی ہے، مگر ان لوگوں [اس کلام کو سننے والے تمھارے مخاطبین، اہلِ مکہ] میں سے اکثر ماننے والے نہیں ہیں۔ اور بے شک تیرا رب زبردست بھی ہے اور رحیم بھی وَاِنَّ رَبَّکَ لَھُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ۔.......................[مفہوم آیات ۶۳تا۶۸]

۲: ابراہیم علیہ السلام کی سر گزشت

پچھلی آیات پر موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ ختم ہوا، اب ہزاروں سال قبل ابراہیم علیہ السلام کے اعلانِ توحید اور شرک سے برأت کے اعلان کا تذکرہ ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مخاطبین، آپؐ کے قومی اور نسلی بھائی یعنی قریش، ابراہیم علیہ السلام کو اپنا جدِّ اعلیٰ اور رہنما مانتے تھے، لیکن اُن کی بت پرستی کے خلاف جدوجہد کو اور توحید کی تعلیمات کو فراموش کر چکے تھے۔ اُنھیں یاد دلایا جارہا ہے کہ ابراہیمؑ تو بتوں کی پرستش سے بے زار تھا حالاں کہ اُس کے آباواجداد بت پرستی میں مبتلا تھے، ابراہیمؑ نے تو باپ دادا کی تقلید نہیں کی، تم کیوں ابراہیمؑ کی اس روش کی پیروی نہیں کرتے؟ ابراہیمؑ نے تو بتوں کے لیے عبادت کے عدم استحقاق کو واضح کرتے ہوئے اپنی قوم کے لوگوں سے پوچھا تھا: کیا یہ تمھاری سُنتے ہیں جب تم انھیں پکارتے ہو؟ حقیقت یہ کہ بے جان اور مردہ اجسام کی سماعت کا عقیدہ ہی سارے شرک کی جڑ ہے۔

اور انھیں ابراہیمؑ کا واقعہ سُناو، جب اس نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا: بھلا یہ کیا چیزیں ہیں جن کی تم عبادت کرتے ہو؟ انھوں نے جواب دیا کچھ بُت ہیں جن کی ہم عبادت کرتے ہیں اور انہی کی پوجا پر ہم جمے رہیں گے۔ اس نے پوچھا کیا یہ تمھاری سُنتے ہیں جب تم انھیں پکارتے ہو؟ یا یہ تمھیں کچھ فایدہ یا نقصان پہنچا سکتے ہیں؟ انھوں نے جواب دیا، بلکہ [۱۳۲] ہم نے اپنے باپ دادا کو ایسا ہی کرتے پایا ہے۔ سو ہم بھی ایسا ہی کرتے ہیں۔.. [مفہوم آیات ۶۹تا۷۴]

---

۱۳۲ بت پرست مشرک قوم نے ابراہیمؑ کے سوالوں کو نظر انداز کیا، اُن کا کہنا یہ تھا کہ اِن کی بندگی کا تعلق اِن

اس پر ابراہیمؑ نے بتوں کے لیے عبادت کے عدم استحقاق کو واضح کرتے ہوئے کہا: کیا کبھی تم نے اُن چیزوں پر غور کیا ہے جن کو تم پوجتے ہو اور تمھارے گزرے ہوئے باپ دادا بھی پوجتے تھے؟ یہ سب تو میرے دشمن ہیں، سوائے ایک اللہ، رب العالمین کے، جس نے مجھے پیدا کیا ہے اور وہی میری رہ نمائی فرماتا ہے، جو مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے اور جب میں بیمار پڑتا ہوں تو وہی مجھے شفا عنایت کرتا ہے، جو مجھے موت دے گا اور پھر بعد موت مجھ کو زندہ کرے گا؛ اور جس سے میں اُمید رکھتا ہوں کہ روزِ جزا، قیامت کے دن وہ میری خطائیں معاف فرمادے گا۔ وَالَّذِيْٓ اَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لِيْ خَطِيْٓئَتِيْ يَوْمَ الدِّيْنِ ﴿۸۲﴾.......................... [مفہوم آیات ۷۵ تا ۸۲]

دعائے ابراہیم:

اے میرے رب، مجھے حکم [قوت فیصلہ علم، حکمت، معاملات کا صحیح فہم] عطا کر ——اور مجھ کو صالحین کے گروہ میں شامل رکھ—— اور بعد میں آنے والوں کی زبانوں پر میرا ذکرِ خیر ہو——اور مجھے اپنی نعمتوں بھری جنت کے وارثوں میں شامل کرلے——اور میرے باپ کی مغفرت[۱۳۳] فرمادے کہ بے شک وہ گم راہوں

سوالوں کے جواب پر منحصر نہیں کہ بت ہماری سنتے ہیں یا نہیں—— نہ سنیں! اس سے کیا فرق پڑتا ہے کہ وہ ہمیں کوئی فایدہ یا نقصان پہنچا سکتے ہیں یا نہیں—— نہ پہنچا سکیں—— ہم نے اپنے باپ دادا کو ایسا ہی کرتے پایا ہے۔ سو ہم بھی ایسا ہی کرتے ہیں۔ کیسی عجیب بات ہے کہ آج بھی غیر اللہ سے مدد اور استعانت طلب کرنے والے اسی طرح کی باتیں کرتے ہیں!

۱۳۳ ابراہیمؑ کی اپنے مشرک باپ کے لیے دعا اس کلیے کے نہ جاننے کی بنا پر تھی کہ مشرک کی مغفرت ہو ہی نہیں سکتی اور یہ کہ اُس کے لیے مغفرت کی دعا بھی ممنوع ہے۔ جیسا کہ قرآن خود اس کی تصریح کرتا ہے کہ مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَ لَوْ كَانُوْٓا اُولِيْ قُرْبٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿۱۱۳﴾ وَ مَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَآ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗٓ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ ؕ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۱۴﴾ سورہ توبہ آیات ۱۱۳-۱۱۴: ترجمہ نبی کو اور ان لوگوں کو جو ایمان لائے ہیں زیبا نہیں کہ مشرکوں کے لیے مغفرت کی دعا کریں، چاہے وہ اُن کے رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں، جب کہ ان پر یہ بات کھل چکی ہے کہ وہ جہنم کے مستحق ہیں۔ ابراہیمؑ نے اپنے باپ کے لیے جو دعائے مغفرت کی تھی وہ تو اُس وعدے کی وجہ سے تھی جو اُس نے اپنے باپ سے کیا تھا، مگر جب اُس پر یہ بات کھل گئی کہ اُس کا باپ اللہ کا دشمن ہے تو وہ اس سے بے زار ہو گیا، حق یہ ہے کہ ابراہیمؑ بڑا ہی رقیق القلب، اللہ والا اور بُردبار آدمی تھا۔

میں سے تھا۔ مجھے اُس روز رُسوا نہ کیجیے گا جس دن لوگ زندہ کر کے اُٹھائے جائیں، جب نہ مال کام آئے گا اور نہ اولاد، بس دن کام یاب تو بس وہی ہو گا جو اللہ کے حضور قلبِ سلیم [۱۳۴] لیے ہوئے حاضر ہو گا۔ ....

.... [مفہوم آیات ۸۳تا۸۹]

خدا بن کر مسلط ہو جانے والوں کا آخرت میں انجام

اور اُس روز جنّت اللہ سے ڈرتے ہوئے زندگی گزارنے والوں کے قریب لے آئی جائے گی۔ اور دوزخ اللہ سے بے خوف گم راہوں کے سامنے کھول دی جائے گی اور ان سے پوچھا جائے گا کہ جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے تھے، وہ کہاں ہیں؟ کیا وہ تمھاری کچھ مدد کریں گے یا خود اپنا بچاؤ بھی کر سکیں گے؛ پھر اُن کے خود ساختہ جعلی معبُود اور اُن کی بندگی کرنے والے گم راہ، اور ابلیس کے لشکر سب کے سب اِس دوزخ میں اوندھے منہ جھونک دیے جائیں گے۔

.... [مفہوم آیات ۹۰تا۹۵]

وہاں یہ سب [۱۳۵] آپس میں جھگڑیں گے، گم راہ اپنے خود ساختہ معبُودوں سے کہیں گے کہ واللہ، جب ہم، تم کو اللہ کی برابری کا درجہ دے رہے تھے، تو بالیقین ہم کھلی ضلالت میں مبتلا تھے ــــ وہ یاد کر کے کفِ افسوس ملتے ہوئے کہیں گے: جنھوں نے ہم کو اس گم راہی میں ڈالا وہ لوگ ہی اصل مجرم تھے ــــ اب نہ ہمارا کوئی سفارشی ہے اور نہ کوئی دل دار یار ــــ کاش ہمیں ایک مرتبہ دنیا میں لوٹنے کا موقع مل جائے تو ہم ایمان لانے والوں میں ہوں۔ یقیناً اس بیان میں بڑا سامانِ عبرت پذیری ہے، مگر ان [سردارانِ اہلِ مکہ] میں سے اکثر لوگ ایمان لانے والے نہیں۔ اور بے شک تیرا رب زبردست بھی ہے اور رحیم بھی۔ وَاِنَّ رَبَّکَ لَھُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ۔ ....

.... [مفہوم آیات ۹۶تا۱۰۴]

۳: نوح علیہ السلام کی دعوت

قومِ نوح نے بھی رسُولوں [۱۳۶] کی تکذیب کی۔ جب اُن ہی کی قوم کے ایک فرد، نوحؑ نے ان کو پکارا: کیا تم

---

۱۳۴ قلبِ سلیم سے مراد وہ دل ہے جو شرک، شک و شبہ، غیر اللہ کی محبت اور بدعت و معاصی پر اصرار سے پاک ہو۔

۱۳۵ یعنی مشرکین اِن کے جھوٹے داتا، دستگیر، مشکل کشا اور شیاطینِ جن و انس۔

۱۳۶ سارے رسولوں کی ایک ہی دعوت تھی کہ الحکم الٰہ واحد، چناں چہ کسی ایک رسول کی تکذیب کرنا سارے رسولوں کی تکذیب ہے اور سارے رسولوں پر ایمان کے باوجود الوہیت میں کسی کو شریک کرنا بھی سارے رسولوں کی

لوگ اللہ سے نہیں ڈرتے ! میں تمھارے لیے ایک قابلِ اعتبار اللہ کا مقرر کردہ نمائندہ، رسُول ہوں، پس اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور میری بات مانو۔ میں اس فریضہ تبلیغ و رسالت کی انجام دہی پر تم سے کسی اجرت یا معاوضے کا مطالبہ نہیں کرتا ہوں۔ میرا معاوضہ تو رب العالمین کے ذمہ ہے۔ لہٰذا تم اللہ کے سامنے پرہیزگاری اختیار کرو اور میری بات مانو۔ .... [مفہوم آیات ۱۰۵ تا ۱۱۰]

اہلِ اقتدار اور اشرافیہ کا نوح علیہ السلام کو جواب

دعوتِ توحید جب کبھی بھی کسی بھی انسانی معاشرے میں اُٹھی، صاحبانِ مال و مرتبہ یا معاشرے کی اشرافیہ کو اُسے قبول کرنے میں بڑی ہچکچاہٹ رہی، کیوں کہ قبولِ حق کے نتیجے میں ناجائز اور ظالمانہ طریقے سے دولت جمع کرنے کے ذرائع پر پابندی لگتی تھی اور مرتبہ و مقام دعوت حق کو اُٹھانے والوں کو اور اُس پر لبیک کہنے میں سبقت کرنے والوں کو ملتا تھا۔ مال و دولت کے ساتھ عزت و مرتبہ کی یہ قربانی ہمیشہ نادانوں کو بڑی گراں گزری ہے اس کے مقابلے میں وہ تہی داماں جو اپنے آقاؤں سے بغاوت کرنے کی ہمت کے ساتھ اُن کے ظلم سہنے اور استقامت سے آخرت کی کامیابیوں کے لیے ایمان پر جمنے کا دل گردہ رکھتے ہیں وہ نبیوں اور صلحا کی دعوت پر لبیک کہتے ہیں اور اشرافیہ کے استہزا کے ساتھ اُن کے ظلم کا نشانہ بنتے ہیں۔ نوح علیہ السلام کے ماننے والوں کو بھی اسی صورتِ حال کا سامنا تھا۔

قومِ نوح کے کرتا دھرتا بڑے لوگوں نے جواب دیا: ہم کیسے تیری بات مان لیں جب کہ تیری بات تو غریب، حقیر رذیلوں نے مانی ہے؟ اور تیرے گرد ایسے ہی لوگ جمع ہیں [۱۳۷]۔ نُوح علیہ السلام نے جواب دیا: مجھے کیا معلوم، کہ

تکذیب ہے۔ تمام انبیاء و مرسلین کی دعوت ایک اور ان کی خبر ایک ہے، اس لیے اِن میں سے کسی ایک کی تکذیب، اُس دعوتِ حق کی تکذیب ہے جسے تمام انبیاء و مرسلین لے کر آئے ہیں۔

۱۳۷ انسانوں کا اصل مرتبہ و مقام اُن کے دنیاوی مرتبے اور مال و دولت کی بنیاد پر نہیں ہے بلکہ آخرت میں اُن کے مرتبے کے مطابق ہو گا جو اُن کے نیک اعمال کی بنا پر ہو گا اور اعمال کا وزن اُن کی کمیت پر نہیں ہو گا بلکہ اعمال کے پیچھے اخلاصِ نیت پر ہو گا، ایک آیت کی اللہ سے ڈرتے کانپتے تھوڑی سی چند منٹ کی تلاوت، ٹی وی پر اُس پوری رات کی قرات و قیام سے زیادہ وزنی ہو گی جس کا معاوضہ دنیا میں وصول کر لیا ہو گا۔ اپنی استطاعت سے بڑھ کر اپنا نقصان کر کے اللہ کی راہ میں ایک پیسہ اُن کروڑوں روپوں سے زیادہ وزنی ہو گا جو استطاعت میں رہتے ہوئے بغیر ایثار کے خرچ کیے گئے ہوں گے اور اس طور پر آخرت میں لوگوں کے اعمال کا وزن ہو گا اور

اخلاصِ نیت کے اعتبار سے اُن کے اعمال کا اور پھر خود اُن کا مرتبہ کیا ہے، اُن کے اس مرتبے کا حساب تو میرے رب کے ذمہ ہے، کاش تم کچھ تو سمجھ بوجھ سے کام لو، میں سوسائیٹی میں لوگوں کو کم مرتبہ دیکھ کر ایمان لانے والوں کو دھتکارنے والا نہیں ہوں! میں تو تمھارے لیے بس ایک صاف صاف انجام سے ڈرانے والا آدمی ہوں۔.........

.... [مفہوم آیات ۱۱۱تا۱۱۵]

نوح علیہ السلام کی منکرین کے لیے بد دعا اور اُس کی قبولیت

قومِ نوحؑ نے طویل مدت اللہ سے اور آخرت سے ڈرانے والی باتیں سُنیں اور تنگ آکر بولے: اے نُوحؑ! بہت ہو گیا، اگر تم اپنی اس دعوت الی اللہ کی مہم سے باز نہ آئے تو ہمارے ہاتھوں سنگ سار ہو کے پھٹکارے ہوئے لوگوں کی لسٹ میں شامل ہو جاؤ گے۔ آخر کار نُوحؑ نے اپنی بد خو، ضدّی اور اڑیل قوم کے لیے بد دُعا کی: اے میرے رب! میری قوم نے مجھے جھٹلا دیا۔ اب تو میرے اور اِن کے درمیان ایک آخری فیصلہ کر دے اور مجھے اور اہلِ ایمان کو نجات دے۔ رب کے حضور اُس کا شکوہ کام کر گیا آخر کار ہم نے اس کو اور اس کے ساتھ ایمان کی راہ پر چلنے والوں کو ایک بھری کشتی میں نجات دی جو اہلِ ایمان کے ہم راہ دیگر مخلوقات اور حیوانوں سے بھری ہوئی تھی۔ اور اس کے بعد قوم کے بقیہ تمام بے ایمان لوگوں کو غرقِ آب کر دیا۔ یقیناً اس واقعے میں عبرت پذیری کا سامان ہے، مگر اے محمدؐ! تمھارے مقابل سردارانِ قریش میں سے اکثر ماننے والے نہیں۔ اور بے شک تیرا رب زبردست بھی ہے اور رحیم بھی۔ وَاِنَّ رَبَّکَ لَھُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ.......... [مفہوم آیات ۱۱۶تا۱۲۲]

۴: ہود علیہ السلام کی دعوت

بے جا تعمیرات پر تنبیہ

فرعونیوں، قومِ ابراہیم اور قومِ نوح کی مانند قومِ عاد نے بھی رسُولوں کی تکذیب کی۔ جب ان کی قوم ہی کے فرد، اُن کے نسبی بھائی ہُودؑ نے اُنھیں آگاہ کیا: کیا تم اللہ سے اپنی بغاوت اور اپنے شرک و کفر و نافرمانی پر اپنے انجام سے ڈرتے نہیں؟ میں تمھارے لیے ایک رسُولِ امین ہوں۔ لہٰذا تم اللہ سے ڈرو اور میری بات مانو۔۔ میں اس فریضہ تبلیغ و رسالت کی انجام دہی پر تم سے کسی اجرت یا معاوضے کا تو طالب نہیں ہوں۔ میرے اس کام کا صلہ تو رب

وزن کی بنیاد پر جب لوگوں کے مرتبے مقرر ہوں گے تو بظاہر ایک بے مایہ، حقیر فقیر متقی انسان ایک پرائم منسٹر سے یا ایک کھرب پتی بزنس مین سے زیادہ بلند مقام پر فائز ہو سکے گا۔

العالمین کے ذمہ ہے۔ کیا تم ہر اونچے مقام پر لاحاصل یادگار عمارتیں ہی تعمیر کرتے رہو گے، اور بڑے شان دار محل تعمیر کرتے رہو گے گویا تمھیں اس دنیا میں ہمیشہ رہنا ہے۔ اور جب بھی کسی پر حملہ کرتے ہو تو انسانوں پر ظالم و جبّار بن جاتے ہو۔................................ [مفہوم آیات ۱۲۳تا۱۳۰]

اشرافیہ کا ہود علیہ السلام کو جواب

پس، اے میری قوم کے لوگو! اللہ سے ڈرو اور میری بات مانو، اُس اللہ سے ڈرو جس نے اُن چیزوں سے نواز کر تمھاری مدد کی، جن کو تم اچھی طرح جانتے ہو۔ جانوروں سے اُس نے تمھاری اعانت کی، اولادیں دیں، باغ دیے اور چشمے دیے۔ بے شک تمھاری ناشکری اور نافرمانی پر مجھے تمھارے حق میں ایک بڑے ہول ناک دن کے عذاب کا ڈر ہے۔ اُنھوں نے جواب دیا: تیرا وعظ و نصیحت کرنا نہ کرنا، ہمارے لیے سب برابر ہے، ہم تیری باتوں میں آنے والے نہیں ہیں۔ یہ باتیں تو پچھلے زمانوں سے ایسی ہی ہوتی چلی آئی ہیں۔ اور ہم پر کسی طرح کا عذاب نہیں آرہا ہے۔ یوں ہی وہ اُسے جھُٹلاتے رہے اور ہم نے ان کو ہلاک کر چھوڑا۔ بے شک قومِ عاد کی روش اور اُس کے انجام میں بڑا سامانِ عبرت ہے، مگر اے محمدؐ! تمھارے مقابل سردارانِ قریش میں سے اکثر لوگ ماننے والے نہیں۔ اور بے شک تیرا رب زبردست بھی ہے اور رحیم بھی۔ وَاِنَّ رَبَّکَ لَھُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ .... [مفہوم آیات ۱۳۱تا۱۴۰]

۵: صالح علیہ السلام کی دعوت

صالح علیہ السلام کی قوم نے بھی اپنے نبی کو جھٹلایا

قومِ عاد کی طرح قومِ ثمود[۱۳۸] نے بھی رسُولوں کو جھُٹلایا تھا۔ جب ان کی قوم ہی کے ایک فرد، اُن کے بھائی صالحؑ نے اُنھیں آگاہ کیا: کیا تم اللہ سے اپنی بغاوت اور اپنے شرک و کفر و نافرمانی پر اپنے انجام سے ڈرتے نہیں؟ میں تمھارے لیے ایک رسُولِ امین ہوں۔ لہٰذا تم اللہ سے ڈرو اور میری بات مانو۔۔ میں اس فریضۂ تبلیغ و رسالت کی انجام دہی پر تم سے کسی اجرت یا معاوضے کا تو طالب نہیں ہوں۔ میرے اس کام کا صلہ تو رب العالمین کے ذمہ ہے۔ .... [مفہوم آیات ۱۴۱تا۱۴۵]

کیا تم اُن ہی نعمتوں کے درمیان، جو یہاں ہیں، بس یوں ہی امن سے رہنے دیے جاؤ گے؟ ان باغوں اور چشموں میں؟ اِن کھیتیوں اور ثمر بار خوشوں والے کھجوروں کے نخلستانوں میں؟ کیا تم ہمیشہ پہاڑوں کو تراش

۱۳۸ علاقہ حجر کے شہروں میں آباد معروف قبیلہ ہے۔

خراش کر فخر یہ اُن میں گھر اور عمارتیں بناتے رہو گے! اللہ سے ڈرو اور میری بات مانو۔ اللہ کے باغی نفس کے اُن بے لگام بندوں کی اطاعت نہ کرو جو زمین میں فساد برپا کر رہے ہیں اور کوئی اصلاح نہیں کرتے۔ وہ بولے: تم تو بس جادو کے مارے آدمی لگتے ہو۔ .... [مفہوم آیات ۱۴۶ تا ۱۵۳]

قومِ صالح علیہ السلام کے لیے اللہ کی نشانی، ایک اونٹنی!

جس طرح دیگر قوموں نے اپنے انبیاء کو جھٹلایا تھا اُسی طرح قومِ ثمود کی اشرافیہ نے بھی صالح علیہ السلام کی تکذیب کی اور اُن کے متبعین، عوام کالانعام نے بھی ایسا ہی کیا، بات مان کر نہ دی۔ صالح علیہ السلام کے شبانہ روز وعظ و نصیحت سے اُنھوں نے کوئی فایدہ نہیں اُٹھایا، چناں چہ انھوں نے اپنے نبی سے کہا:

یہ کیا نبوت کے دعوے ہیں—— تم تو بس ہمارے ہی جیسے ایک انسان ہو! لے آؤ، کوئی نشانی اگر تم سچے ہو۔ صالحؑ نے کہا: یہ ایک اونٹنی، اللہ کی نشانی ہے۔ ایک دن اس کے پانی پینے کی باری ہے اور ایک دن تم سب کے لیے پانی لینے کا ہے۔ اس کو ہرگز کوئی نقصان نہ پہنچانا، ورنہ ایک ہول ناک دن کا عذاب تم کو آپکڑے گا۔ مگر انھوں نے اُس اللہ کی نشانی، اُس اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں[۱۳۹] تو آخر کار پچھتانا پڑا اور عذاب نے انھیں آدبوچا۔ بے شک قومِ ثمود کی روش اور اُس کے انجام میں بڑا سامانِ عبرت ہے، مگر اے محمدؐ! تمھارے مقابل سردارانِ قریش میں سے اکثر لوگ ماننے والے نہیں۔ اور بے شک تیرا رب زبردست بھی ہے اور رحیم بھی ۔ وَاِنَّ رَبَّکَ لَھُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ .... [مفہوم آیات ۱۵۴ تا ۱۵۹]

۶: لوط علیہ السلام کی دعوت اور قوم کا انجام

قومِ عاد اور قومِ ثمود کی طرح قومِ لوط نے بھی رسُولوں کو جھُٹلایا تھا۔ جب ان کی قوم ہی کے فرد، اُن کے بھائی لوطؑ نے اُنھیں آگاہ کیا: کیا تم اللہ سے اپنے شرک و بے حیائی کے کاموں پر اپنے انجام سے ڈرتے نہیں؟ میں تمھارے لیے ایک رسُول امین ہوں۔ لہٰذا تم اللہ سے ڈرو اور میری بات مانو۔۔ میں اس فریضۂ تبلیغ و رسالت

---

۱۳۹ یہ ایک اونٹنی تھی جو قوم ثمود کے کفار و مشرکین کی جانب سے توحید کے حق میں نشانی طلب کرنے کے مطالبے کے جواب میں اُن کی خواہش کے مطابق سامنے ٹھوس اور ملائم چٹان سے نکلی تھی ۔ جب اس اونٹنی کے باب میں اللہ کی ہدایت پر عمل نہ کیا تو محض ایک زور دار چیخ کی شکل میں عذاب نے اُن سب کو ہلاک کر دیا اور اُن کے شان دار تمدن کو بے آباد آثارِ عبرت بنا دیا۔

کی انجام دہی پر تم سے کسی اجرت یا معاوضے کا تو طالب نہیں ہوں۔ میرے اس کام کا صلہ تو رب العالمین کے ذمہ ہے۔..[مفہوم آیات ۱۶۰تا۱۶۴]

سارے جہان میں تم کیسے نرالے ہو کہ مَردوں کے پاس غیر فطری شہوت رانی کرنے جاتے ہو[۱۴۰]۔ اور تمھارے رب نے تمھاری بیویوں میں تمھارے لیے جو جائز حدود میں سامانِ لطف پیدا کیا ہے اس سے کنارہ کش رہتے ہو؟ تم لوگ تو بالکل حد سے ہی گزر جانے والے ہو۔ قوم نے جواب دیا: اے لوطؑ! اگر تُو ان باتوں سے باز نہ آیا تو ہم تجھے ضرور بالضرور ملک بدر کر دیں گے۔ لوط علیہ السلام نے اُن کو بدکاری پر مصر پایا تو کہا: میں تمھارے اس کرتُوت سے سخت بے زار ہوں۔ اے رب، مجھے اور میرے اہلِ خانہ کو ان کی بدکرداریوں کے انجام سے محفوظ رکھیے گا۔ ....[مفہوم آیات ۱۶۵تا۱۶۹]

آخر کار جب اُس کی قوم پر ہمارا عذاب ٹوٹا تو ہم نے اسے اور اس کے سارے اہلِ خانہ کو بچا لیا، سوائے ایک بُڑھیا، لوطؑ کی بیوی[۱۴۱] نے، جو عذاب کا مزہ چکھنے کے لیے پیچھے چھوڑی گئی تھی۔ پھر ہم نے دوسرے تمام لوگوں کو ہلاک کر دیا اور ان پر ایک بہت ہی بری ہول ناک بارش برسائی، افسوس——ایک بری، ہلاکت خیز بارش جو اُن ڈرائے جانے والوں پر برسی! بے شک قومِ لوط کی اِس روش اور اُس کے انجام میں بڑا سامانِ عبرت ہے، مگر اے محمدؐ! تمھارے مقابل سردارانِ قریش میں سے اکثر لوگ ماننے والے نہیں۔ اور بے شک تیرا رب زبردست بھی ہے اور رحیم بھی۔ وَاِنَّ رَبَّکَ لَھُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ..........................[مفہوم آیات ۱۷۰ تا۱۷۵]

---

۱۴۰ یہ بات اِبھی چند ماہ پہلے نازل ہونے والی سورۃ العنکبوت میں اس طرح آچکی ہے: اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَۃَ مَا سَبَقَکُمْ بِھَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ تم وہ بے حیائی کا کام کرتے ہو جو دنیا کی مخلوق میں سے کسی نے تم سے پہلے نہیں کیا؟

۱۴۱ یہ بات جلد اول کے حاشیہ ۱۲ میں بتا دی گئی ہے کہ لوط علیہ السلام کی بیوی ایک باحیا خاتون تھیں، وہ اپنے شرک کے سبب عذاب کی سزاوار بنیں نہ کہ فحش کاموں کی بنا پر۔ ایک صالح آدمی، دعوت کی مہم کے دوران اور بعض ضروریات اور مصالح کے تحت مشرکین اور کافروں سے تعلقات رکھ سکتا ہے اگر وہ شریف النفس اور دیانت دار ہوں اس کی مثال ابوطالب اور حکیم بن حزام سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تعلقات ہیں۔ لیکن یہ بات بعید از قیاس ہے کہ کسی بد دیانت، بدکار انسان سے کوئی صالح آدمی دوستی رکھے خواہ وہ کلمہ گو ہی کیوں نہ ہو، لہٰذا یہ ممکن نہیں کہ لوط علیہ السلام کی بیوی بدکار ہو اور لوط علیہ السلام اُس سے تعلقات برقرار رکھتے۔ تعلقات کے اس اصول کو سیاست کے میدان میں اجتماعیتوں کو بھی مدِ نظر رکھنا ہوتا ہے۔

۷: اصحابُ الایکہ کی جانب شعیب علیہ السلام

سورہ اپنے اختتام کی جانب بڑھ رہی ہے اب اصحابُ الایکہ [یعنی گنجان درختوں کے باغات میں بسنے والے لوگ] کا تذکرہ ہے جن کی جانب شعیب علیہ السلام بھیجے گئے، یہ مدین ہے۔، جو موسیٰ علیہ السلام کی سسرال کا مقام ہے۔ یہاں بسنے والے لوگوں [اصحابُ الایکہ] نے بھی اپنے نبی شعیب علیہ السلام کو جھٹلایا۔ شعیب علیہ السلام اپنی قوم سے بہترین طریقے سے مدلل بحث و گفتگو کی بنا پر خطیب الانبیاء کہلائے جاتے ہیں۔

عاد، ثمود اور قومِ لوط کی مانند اصحابُ الایکہ نے بھی رسُولوں کی تکذیب کی۔ یاد کرو جب کہ شعیب علیہ السلام نے ان سے کہا تھا: کیا تم اللہ سے بوجوہ اپنے شرک اور بد دیانتی کے کاموں کے، اپنے انجام سے ڈرتے نہیں؟ میں تمھارے لیے ایک رسُول امین ہوں۔ پس تم اللہ سے ڈرو اور میری بات مانو۔۔ میں اس فریضہ تبلیغ و رسالت کی انجام دہی پر تم سے کسی اجرت یا معاوضے کا تو طالب نہیں ہوں۔ میرے اس کام کا صلہ تو رب العالمین کے ذمہ ہے۔ تم لوگ پورا پورا ناپا کرو اور کم دے کر کسی کو نقصان نہ پہنچاؤ۔ ترازو سے صحیح تول تولو اور ڈنڈی مار کے لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دو، زمین میں مفسد بن کر نہ پھیلو۔ اُس ذات سے ڈرو جس نے تمھیں اور تم سے پہلی گزری نسلوں کو پیدا کیا ہے۔ .... [مفہوم آیات ۱۷۶ تا ۱۸۴]

انھوں نے دعوت کو ٹھکراتے ہوئے کہا: تم تو بس ایک جادو زدہ آدمی ہو، اور تم ہم جیسے ایک انسان کے علاوہ اور کچھ نہیں ہو، اور ہم تو تم کو بالکل جھوٹا سمجھتے ہیں۔ اگر تم سچے ہو تو ہم پر آسمان کا کوئی ٹکڑا گرا دو۔ شعیبؑ نے کہا: میرا رب جانتا ہے جو کچھ تم کر رہے ہو۔ انھوں نے اُسے جھُٹلا دیا، آخر کار اُن کو بادل والے دن [یومِ سائبان] کے عذاب نے آدبوچا، اور وہ بڑے ہی ہول ناک دن کا عذاب تھا۔[۱۴۲]

بے شک شعیب کی قوم کے واقعے میں بڑا سامانِ عبرت ہے، مگر اے محمدؐ! تمھارے مقابل سرداران قریش میں سے اکثر لوگ ماننے والے نہیں۔ اور بے شک تیرا رب زبردست بھی ہے اور رحیم بھی۔ وَ اِنَّ رَبَّکَ لَھُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ .... [مفہوم آیات ۱۸۵ تا ۱۹۱]

---

۱۴۲ ایک خوش گوار ٹھنڈک والا بادل اُن پر سایہ فگن ہوا جس سے لذت اندوزی کے لیے وہ سب اُس کے نیچے جمع ہو گئے، اللہ کا غضب اُن پر ٹوٹا اور وہ بادل عذاب بن گیا اور اُس نے اُن سب کو جلا ڈالا، وہ تمام اُس کے نیچے بے حس و حرکت پڑے رہ گئے۔

اختتامیہ

اب یہ سورہ کا آخری رکوع آگیا، اس میں ساری گفتگو کو سمیٹتے ہوئے قریش سے کہا جارہا ہے کہ تم لوگ نشانیاں دیکھنے پر کیوں بضد ہو، آخرایسی نشانیاں دیکھنے پر کیوں اصرار کرتے ہو، جن کے بعد عذاب آتا ہے، جو اس سے قبل مغضوب قوموں نے دیکھی ہیں۔ اس قرآن پر غور کرو، تم تو اہلِ زبان ہو، یہ تمھاری اپنی ہی زبان میں ہے، اس کی شان کو دیکھو! ذرا محمد ﷺ جیسی اعلیٰ سیرت کی شخصیت کو دیکھو۔ اُن پر ایمان لانے والوں کو دیکھو، کیا ایسے لوگ گم راہ ہوتے ہیں اور دھوکہ دیتے اور دھوکہ کھاتے ہیں؟۔ کیا یہ کلام مجید کسی شیطان یا جن کا نازل کردہ ہے یا تصنیف کا نتیجہ ہے؟ دیانت داری سے بتاؤ کیا اس قرآن کو پیش کرنے والا کاہن نظر آتا ہے؟ کیا محمد ﷺ اور ان کے اصحاب تمھیں ویسے ہی نظر آتے ہیں جیسے اوٹ پٹانگ شاعر اور ان کے ہم نوا ہوا کرتے ہیں؟ سچ بولو کیا تم خود نہیں جانتے ہو کہ کہانت اور شاعری سے اس کلام کا کوئی واسطہ ہی نہیں!! آگاہ رہو کہ تم کٹ حجتی سے کام لے رہے ہو اور اس کا انجام اُسی طرح دیکھ کے رہو گے جیسے پہلی مغضوب قوموں نے دیکھا تھا۔

یہ قرآن عربی میں کیوں؟

بے شک یہ نہایت اہتمام سے رب العالمین کا نازل کردہ کلام ہے۔ اس کلام کو تمھارے قلب وذہن پر امانت دار فرشتے [جبریل] نے اُتارا ہے تاکہ تم گزشتہ رسولوں کی طرح، اللہ کی جانب سے لوگوں کو اُن کے شرک اور بد اعمالیوں کے انجامِ بد سے ڈرانے والوں میں سے بنو۔ یہ صاف تمھاری اپنی عربی زبان میں ہے۔ اور اس کا ذکر پہلے لوگوں کے صحیفوں میں بھی ہے۔ کیا اِن اہلِ مکّہ کے لیے قرآن کی حقّانیت پر اتنی دلیل کافی نہیں ہے کہ علمائے بنی اسرائیل [۱۴۳] اس کی گواہی دیتے ہیں؟ .... [مفہوم آیات ۱۹۲ تا ۱۹۷]

اگر ہم اس کو کسی عجمی پر نازل کردیتے [۱۴۴] اور یہ فصیح و بلیغ عربی کلام وہ اِن [قریشیوں] کو فرفر پڑھ کر سُناتا تب

---

۱۴۳ اشارہ ہے علمائے بنی اسرائیل کے ایک گروہ کی طرف، جو قرآن کی حقانیت کی شہادت اِن آیات کے نزول سے چند ماہ پہلے ہی دے چکا تھا؛ جب حبشہ سے ۲۰ نصرانیوں کا ایک وفد مکہ میں برپا ہونے والے نئے دین کی حقیقت معلوم کرنے آیا تھا اور نبی ﷺ سے قرآن سن کر اسلام قبول کر چکا تھا، [تفصیلات کے لیے دیکھیے جلد سوم صفحات ۱۹۱-۱۹۲ طبع اوّل]

۱۴۴ قرآن کی اتباع کے لیے اللہ تعالیٰ اور نبی ﷺ کی جانب سے یہ بیان ہوتا ہے کہ یہ تمھاری اپنی زبان میں ہے، آسان ہے، اسے ذرا سمجھو تو سہی! تو کہتے کہ عربی زبان تو آپؐ کی زبان ہے، قرآن کا عربی میں ہونا کیا کمال ہوا، کمال تو جب ہوتا جب یہ کسی عجمی زبان میں ہوتا، اگر عجمی زبان میں ہوتا تو اِن کی یہ معذرت

بھی یہ ایمان لا کر نہ دیتے۔اس قرآن سے بے زاری کو اِسی طرح ہم نے مجرموں کے دلوں میں گزارا[۱۴۵] ہے۔یہ لوگ اِس قرآن پر اُس وقت تک ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ دردناک عذاب نہ دیکھ لیں۔پس وہ ان پر بے خبری میں آدھمکے گا،اُس وقت وہ سوال کریں گے: کیا ہمیں کچھ مہلت ملے گی؟ — تو کیا یہ لوگ ہمارے عذاب کے لیے جلدی مچارہے ہیں! بھلا بتاؤ تو کہ اگر ہم انھیں برسوں اور دنیا میں عیش کرنے کی مہلت مزید دے بھی دیں اور پھر مدت بعد وہی عذاب آجائے جس سے ان کو ڈرایا جارہا ہے تو کیا مہلت میں ملنے والا عیش اِن کو اُس عذاب سے بچالے گا ———— دیکھو! اوپر مذکورہ قوموں کی تاریخ کی گواہی ہے کہ ہم نے کسی بھی بستی کو انجام و عذاب سے خبر دار کرنے اور حقِّ نصیحت ادا کرنے والے بھیجے بغیر ہلاک نہیں کیا، ہم ظالم نہیں ہیں۔..............................[مفہوم آیات ۱۹۸ تا ۲۰۹]

کیا نبی ﷺ پر یہ قرآن جن اور شیاطین القا کر دیتے ہیں؟

اے اہلِ ہوش و گوش سنو! اِس قرآن مجید کو ہمارے نبیؐ کے سینے پر شیاطین لے کر نہیں اُترے ہیں، نہ یہ کامِ عالی شان ان بے ہودوں کے لائق ہے، اور نہ ہی وہ ایسا کرنے کی قدرت رکھتے ہیں۔وہ تو سن گن تک لینے سے دُور رکھے گئے ہیں۔..............................[مفہوم آیات ۲۱۰تا۲۱۲]

کیا اصحاب النبی ﷺ ایک شاعر کی پیروی کر رہے ہیں؟

پس اے محمدؐ، تم اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو نہ پکارنا کہ تم بھی سزا پانے والے ٹھہروگے۔اپنے قریبی خاندان والوں کو ڈراؤ[۱۴۶]، اور جو اہلِ ایمان تمھاری پیروی اختیار کریں ان کے لیے شفقت کے بازو وا رکھو، اگر وہ تمھاری نافرمانی

ہوتی کہ یہ ہماری سمجھ میں نہیں آتا، ہم اس کی اتباع کے مکلف ہی نہیں ہیں؛ یہاں اللہ تبارک و تعالیٰ یک بارگی یہ دونوں اعتراضات اس طرح رفع کر رہے ہیں کہ یہ قرآنِ عربی کسی عجمی پر نازل کر دیا جاتا——تو بھی اِن کی یہی ایک رٹ ہوتی کہ ہم نہیں مانتے، یہ ہٹ دھرم مکذبین کی نفسیات ہے۔

۱۴۵ یعنی قرآن، اہل حق کے دلوں کی طرح تسکین روح اور شفائے قلب بن کر ان کے اندر نہیں اترتا بلکہ ایک گرم لوہے کی سلاخ بن کر اس طرح گزرتا ہے کہ وہ سیخ پا ہو جاتے ہیں اور اس کے مضامین پر غور کرنے کے بجائے اس کی تردید کے لیے حربے ڈھونڈنے میں لگ جاتے ہیں[سید مودودیؒ، تفہیم، سُوْرَۃُ الشُّعَرَآء، حاشیہ ۱۲۵]۔

۱۴۶ فَلَا تَدۡعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰـهًا اٰخَرَ فَتَكُوۡنَ مِنَ الۡمُعَذَّبِيۡنَ ﴿۲۱۳﴾ وَاَنۡذِرۡ عَشِيۡرَتَكَ الۡاَقۡرَبِيۡنَ ﴿۲۱۴﴾ وَاخۡفِضۡ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ﴿۲۱۵﴾ فَاِنۡ عَصَوۡكَ

کریں توان کو بتادینا کہ جو کچھ تم کرتے ہو اس سے میں بری الذمہ ہوں۔اوراُس زبردست اور رحیم پر توکل کرو جو تمھیں اُس وقت دیکھ رہا ہوتا ہے جب تم اُٹھتے ہو، اور سجدہ گزاروں کے درمیان تمھارے تحرّک وسرگرمی کو دیکھتا ہے۔بے شک وہ سب کچھ سُننے اور جاننے والا ہے۔.............................[مفہوم آیات ۲۱۳تا۲۲۰]

کیسی عجیب بات ہے اے اہلِ مکہ ، تم کہتے ہو، محمدؐ پر جن اور شیطان کچھ القا کردیتے ہیں،لوگو! کیا میں تمھیں بتاؤں کہ شیاطین کس پر اُترتے ہیں؟ وہ گپ بازوں اور بدکاروں پر اُترتے ہیں، جو کان لگا کر کچی پکی باتیں سننے کے شوقین ہیں،اوران میں سے اکثر جھوٹے ہیں۔.............................[مفہوم آیات ۲۲۱تا ۲۲۳]

شاعری میں مست اور بامقصد زندگی گزارنے والوں میں فرق؟

اے اہلِ مکہ ! کیاتمھاری عقل ماری گئی کہ تم میں لوگوں کے درمیان تمیز کرنے کی سمجھ نہ رہی؟شعرا کی پیروی کرنے والے توگم راہ لوگ ہوتے ہیں۔کیاتم دیکھتے نہیں ہو کہ وہ فکر وخیال اور عیش ونشاط کی ہر وادی میں غولِ بیابانی بنے ہوتے ہیں، کیا تمھیں محمدؐ کے ساتھی ایسے ہی نظر آتے ہیں؟شعرا توایسی باتیں کہتے ہیں جو کرتے کبھی نہیں ہیں، بس وہ مستثنیٰ ہیں جو؛ ایمان لائے اور.........جنھوں نے نیک عمل کیے اور ......جنھوں نے اللہ کو خوب کثرت سے یاد کیا،اور جب ان پر ظلم کیا گیا تو بدلہ لے لیا.....اور ظالم عن قریب جان لیں گے کہ اُن کا انجام کیا ہے۔

....[مفہوم آیات ۲۲۴تا۲۲۷]

☆☆☆☆☆

فَقُلْ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۱۶﴾ وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ﴿۲۱۷﴾ الَّذِیْ يَرٰىكَ حِيْنَ تَقُوْمُ ﴿۲۱۸﴾ وَتَقَلُّبَكَ فِی السّٰجِدِيْنَ ﴿۲۱۹﴾ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۲۲۰﴾ یہ آیات ۲۱۴تا۲۲۰ نبوت کے چوتھے سال کے آغاز میں نازل ہوئی تھیں، یعنی باقی پوری سورۃ سے چار ساڑھے چار سال قبل۔ان آیات ہی کے اتباع میں آپ نے اپنے سارے خاندان والوں کو دعوتِ طعام پر توحید سے آگاہ کرنے اور پیغامِ رسالت سنانے کے لیے بلایا تھا۔[تفصیلات کے لیے دیکھیے جلد دوم، طبع اول صفحات ۳۳ تا ۳۸]